ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

سعید الرحمان

پی ایچ۔ڈی سکالر سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور

ڈاکٹر محمد امتیاز

ایسوسی ایٹ پروفیسر سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور

ڈاکٹر محمد ناصر آفریدی

اسسٹنٹ پروفیسر ،شعبہ اردو، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

اُردو میں منظوم حکایت نویسی

Saeed ur Rahman

PhD Scholar, Sarhad University of Science and Information Technology Peshawar

Dr. Muhammad Imtiaz

Associate Professor, Sharhad University of Science and Information Technology Peshawar

Dr.Muhammad Nasir Afridi

Assistant Professor, Department of Urdu, Sarhad University of science and information technology, Peshawar

Narrative Verse in Urdu

Literature interprets human life. The responsibility of shaping and creating human life is also included in the duties of literature. All the genres of literature reflect human life in their own way. Narratives are also included in these genres. The Urdu language is among the languages which have a collection of narratives. Narratives in the form of the story give a practical message to man to deal with life. The love of the story is in human nature. Consequently, when compared to other genres, the narrative offers the most effective means of conveying a useful message to people. The narrative's scope is undoubtedly limited when compared to other fictional genres, yet the reader is intrigued by it anyway because of how thorough it is. For researchers, the answer to who wrote the first story in Urdu and whether the first story was arranged (in poetry) or prophecy (in prose) is still a mystery. Of course, the future researcher will be able to find it. Urdu is full of pearls of arranged and prophecy stories .The

influence of Arabic and Persian on Urdu is more than on other languages. The social and moral effects of stories are more than other genres.

Key Words: *Human Life, Literature, Responsibility, Genres.*

ادب انسانی زندگی کی تشریح کرتا ہے۔انسانی زندگی کو سنوارنے اور بنانے کا ذمہ بھی ادب کے فرائض میں شامل ہے۔ادب کی سبھی اصناف اپنے اپنے انداز میں انسانی زندگی کی عکاسی کرتی ہیں۔ان اصناف میں حکایت بھی شامل ہے۔اُردو دنیا کی ان خوش قسمت زبانوں میں شامل ہے جس میں حکایت کا ذخیرہ موجود ہے۔حکایت میں انسان کو کہانی کے انداز میں زندگی سے نبرد آزما ہونے کا عملی پیغام دیا جاتا ہے۔

انسان کی فطرت ہے کہ وہ کہانی سے محبت کرتا ہے۔اس لئے حکایت دوسری اصناف کی نسبت انسان کے لئے عملی پیغام کا بہترین ذریعہ ہے۔دوسری افسانوی اصناف کی نسبت حکایت کا کینوس محدود ضرور ہے لیکن جامعیت کی وجہ سے قاری کے لئے تجسس کا سامان زیادہ رکھتی ہے۔اُردو میں اس سوال کا جواب اب بھی محققین کے لئے سوالیہ نشان ہے کہ اُردو میں پہلی حکایت کس نے تخلیق کی ہے اور یہ کہ پہلی حکایت منظوم تھی یا منثور۔یقیناً مستقبل کا محقق یہ کھوج لگانے میں ضرور کامیاب ہو جائے گا۔

اُردو کا دامن منظوم و منثور حکایت کے موتیوں سے بھرا پڑا ہے۔اُردو پر عربی اور فارسی کے اثرات دوسری زبانوں کی نسبت زیادہ ہیں۔دوسری اصناف کی نسبت حکایت کی معاشرتی اور اخلاقی اثرات زیادہ ہیں۔اس لئے عملی پیغام کے لئے اہل علم نے ہمیشہ حکایت کا استعمال کیا ہے۔مسجد میں ممبر پر بیٹھا واعظ ہو یا معاشرتی اصلاح کرنے والا مصلح،کسی مدرسے کا معلم ہو یا عدالت کا جج،گھر کا سربراہ ہو یا قید خانے کا محاسب ہر کوئی اصلاح کے لئے حکایت کا سہارا لیتا ہے۔قاری ہو یا سامع حکایت کو غور سے پڑھتا اور سنتا ہے۔اس لئے حکایت کی کہانی اور کردار قاری کے ذہن پر نقش ہو جاتے ہیں۔حکایت میں ہر قسم کے کردار کی گنجائش ہوتی ہے۔انسان،جنات،حیوانات،نباتات اور جمادات وغیرہ ہر قسم کے کرداروں کے لئے حکایت کا دامن کھلا ہوتا ہے۔

انسان روئے زمین پر صدیوں سے آباد ہے۔اپنے ارتقائی سفر کے دوران بنی نوع انسان نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر زندگی کو آسان سے آسان تر بنانے کی کوشش کی۔ اس طرح نہ صرف مختلف فنون کی بنیاد پڑی بلکہ معاشرہ اور انسانی زندگی مختلف صورتوں سے نمو پاتی رہی۔دنیا عجب جگہ ہے جہاں دائمی زندگی کسی کو نصیب نہیں۔

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ہر نسل نے اپنے نئے آنے والوں کو خوش آمدید کہا۔انسان کے کاندھوں پر دنیا میں نئے قدم رکھنے والوں کو سدھارنے کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہے۔اپنے خیالات، تجربات،مشاہدات اور نقطہ نظر کو دوسروں تک منتقل کرنے کے لئے انسان نے مختلف طریقے اختیار کیے۔اس سلسلے میں نئی نسل کی ذہنی آبیاری کے سلسلے میں کہانی سے مدد بھی لی گئی۔ فراغت کی وجہ سے کہانی در کہانی کی تکنیک نے داستانوں کو رواج دیا۔کہانی کو طول دینے اور زیبِ داستاں کے واسطے مرکزی کہانی کے علاوہ ضمنی کہانیوں کو بھی شامل کیا گیا۔داستانوں میں بالعموم اور ان میں شامل ضمنی اور مختصر کہانیوں میں بالخصوص اخلاقی درس ہوتے تھے۔ان قصوں کے ذریعے نئی نسل کو راہ راست پہ لانا ایک اہم مقصد ٹھہرتا تھا۔داستان میں موجود ضمنی قصوں نے علاحدہ ایک باقاعدہ صنف کی شکل میں حکایت کی صورت اختیار کی۔آفاقیت، دلفریب اندازِ بیاں اور اخلاقی فوائد ہی سے اس صنف ادب کی بنیاد پڑی۔دنیا کی تقریباً سبھی بڑی زبانوں میں حکایت نویسی کی روایت موجود ہے۔فارسی اور عربی کی حکایات کا ترجمہ دنیا کی مختلف زبانوں میں ہو چکا ہے۔دیگر زبانوں کی طرح اُردو زبان میں بھی اس کا وسیع ذخیرہ موجود ہے۔

حکایت کے مشہور جملوں اور بعض اوقات حاصل شدہ نتائج نے ضرب الامثال کی شکل اختیار کی۔حکایات اور ضرب الامثال کا استعمال عائلی زندگی کا لازمی جزو ہے۔کسی بھی محفل میں مقرر اپنی بات کو مستحکم کرنے کے لئے حکایت کا سہارا لیتا ہے۔لمبی تقاریر اور طویل بحث و مباحثہ پر ایک حکایت بھاری ثابت ہوجاتی ہے۔حکایت کے ذریعے وہ مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں جن کا حصول دوسرے ذرائع سے ناممکن ہوتا ہے۔کمال کی بات یہ ہے کہ کسی سامع کے طبع نازک پر اس کے منفی اثرات مرتب نہیں ہوتے۔حکایت کی مختصر کہانی اخلاقی نصیحت کے ساتھ ساتھ قاری اور سامع کے لئے تفریح کا سامان بھی مہیا کرتی ہے۔

حکایت کے لغوی معنی:

حکایت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی قصہ، داستان اور کہانی ہے۔سید احمد دہلوی نے فرہنگ آصفیہ میں حکایت کے معنی "کہانی، قصہ، داستان، بات، حدیث"[۱] بیان کی ہے۔

وارث سرہندی نے علمی اُردو لغت میں حکایت کے معنی "کہانی، قصہ، داستان، بات اور بیان" درج کی ہے۔[۲]یوں کہا جاسکتا ہے کہ حکایت ایک کہانی یا قصہ ہوتا ہے جس میں داستان کی مانند کوئی اہم بات یا نکتہ بیان ہوتا ہے۔حکایت کا کینوس داستان کے مقابلے میں بہت مختصر ہوتا ہے۔حکایت میں جزیات کے لئے کوئی گنجائش نہیں

ہوتی۔اگرچہ بعض اوقات موقع و محل کی مناسبت سے حکایت کی طوالت میں اضافہ ہو سکتا ہے۔لیکن اس میں داستان کی مانند کہانی در کہانی کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

حکایت کے اصطلاحی معنی و مفہوم:

حکایت کے اصطلاحی مفہوم کے حوالے سے ڈاکٹر قاضی عابد لکھتے ہیں:

"اسے بالعموم ایسی کہانی تصور کیا جاتا ہے جس کی واقعیت اُس ثقافت کے لوگوں کے عقیدے، ایمان یا روایت کا اس طرح سے اٹوٹ حصہ ہو کہ اس ثقافت سے متعلق لوگوں کی اکثریت اس کی واقعیت یا سچائی کو زیرِ بحث نہ لاتی ہو۔"(۳)

حکایت وہ مختصر کہانی ہوتی ہے جس میں مخصوص کرداروں کے ذریعے انسانی تجربات، عقل و دانش، مقامی اعتقادات اور علاقائی رسم ورواج کا احاطہ کر کے، اصلاح اور رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا جاتا ہے۔حکایت کی کہانی مختصر ہونے کے باوجود بھی جامعیت رکھتی ہے۔حکایت کا مقصد انفرادی اور اجتماعی اصلاح ہوتا ہے۔حکایت کے ذریعے انسانی زندگی کی سچائی سامنے لائی جاتی ہیں۔

حکایت کے فنی عناصر/اجزائے ترکیبی:

حکایت کے اہم فنی اجزاء میں اس کی سُرخی، پلاٹ، کردار، مکالمہ، مناظر اور اسلوب شامل ہیں۔جن کا اجمالی تذکرہ درج ذیل ہے۔

ا۔سرُخی:

حکایت کی ایک مناسب سُرخی ہوتی ہے۔جس میں عموماً کہانی کا مرکزی نکتہ چند الفاظ کی صورت میں درج ہوتا ہے۔بعض اوقات کہانی کے نتیجے کو بطور عنوان درج کیا جاتا ہے۔تاہم کچھ حکایات میں مرکزی کردار یا کوئی اہم جملہ / مکالمہ بھی بطورِ سُرخی شامل کیا گیا ہے۔سرخی حکایت کے موضوع کا نچوڑ ہوتی ہے۔سرخی پر نظر پڑتے ہی حکایت کا موضوع قاری پر واضح ہو جاتا ہے۔

۲۔کردار نگاری:

افسانوی ادب کی دیگر اصناف کی مانند حکایت میں کہانی مرکزی و ضمنی کرداروں کے ذریعے پیش کی جاتی ہے۔ان کرداروں میں ہر عمر اور ہر مزاج کے کردار شامل کیے جاسکتے ہیں۔حکایات میں بعض اوقات انسانوں کے علاوہ حیوانات، جمادات اور پرندوں کو بھی بطورِ کردار برتا گیا ہے۔مافوق الفطرت کردار بھی حکایات میں پیش کیے

جاتے ہیں۔ حکایت کے کردار مخصوص انسانی جبلتوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان کرداروں کے توسط سے مقامی معاشرت کی عکاسی کے علاوہ اصلاح کا فریضہ سر انجام دیا جاتا ہے۔

۳۔ مکالمہ نگاری:

حکایت کے فنی عناصر میں مکالمہ نگاری کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ مکالمہ نگاری کے ذریعے کرداروں کی سوچ، جذبات واحساسات حتیٰ کہ ماضی، حال اور مستقبل کے حوالے سے ارادوں کا نہ صرف علم ہوتا ہے بل کہ ان کی فطرت اور درونِ خانہ ہل چل سے بھی واقفیت ہو جاتی ہے۔ حکایات میں مکالمہ نگاری کے ذریعے کہانی آگے بڑھتی ہے اور اختتام پذیر ہو جاتی ہے۔ حکایت کے مکالمے مختصر ہوتے ہیں۔ حکایت کے مکالمے جامع اور حسبِ حال ہوتے ہیں۔

۴۔ منظر نگاری:

حکایات میں مطلوبہ نتائج تک رسائی کے سلسلے میں بعض اوقات جزوی طور پر منظر نگاری کو بروئے کار لایا جاتا ہے۔ منظر نگاری کے ذریعے حکایت میں تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ مناظر حکایت کے موضوع کی وضاحت میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ حکایت نویس مناظر کو خاص اہمیت دیتا ہے۔ مناظر مخصوص خطے اور علاقے کے خدوخال کی وضاحت کرنے میں قاری کی رہنمائی کرتے ہیں۔

۵۔ اُسلوب:

ادب میں اسلوب کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لفظ و معنی کا رشتہ ادیب اور قاری کے درمیان فاصلوں کو گھٹا دیتی ہے۔ اہل علم نے ادب کو الفاظ کے ذریعے انسانی جذبات، افکار اور احساسات کے اظہار کا نام دیا ہے۔ حکایت کا مفہوم جتنا واضح ہوگا، اتنا ہی پر اثر ہوگا۔ حسبِ ضرورت حکایت میں صنائع بدائع کا استعمال کیا جاتا ہے۔ حکایت نویس کی زیادہ توجہ موضوع کو دیتا ہے۔ پھر بھی حکایات میں تشبیہات، استعارات، کنایہ، مجاز مرسل، محاورات، ضرب الامثال وغیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ زبان و بیان کے ان وسائل کے ذریعے ایک بہترین فن پارہ ظہور پاتا ہے۔

حکایت کی قسمیں:

حکایت کی متعدد قسمیں ہیں تاہم مندرجہ ذیل تین اقسام کو زیادہ شہرت حاصل ہے۔

(۱)اساطیر(Myth)   (۲)تمثیل(Fable)   (۳)دیومالائی(legend)

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

(۱)اساطیر/متھ:

اساطیر سے مراد وہ فرضی اور روایتی کہانی مراد لی جاتی ہے۔ جس کا کوئی ٹھوس تاریخی ثبوت موجود نہ ہو لیکن یہ کہانیاں نسل در نسل اور سینہ بہ سینہ طویل سفر کرتی ہوئی انسان کے ساتھ سفر کرتی ہے۔ایک نسل لاشعوری طور پر یہ کہانیاں اپنے بعد آنے والی نسل کو منتقل کرتی ہے۔یہ کہانیاں انسانی اجتماعی لاشعور کا جز لاینفک بن جاتی ہیں۔ اساطیر کے حوالے سے ڈاکٹر قاضی عابد لکھتے ہیں:

"مختصر لفظوں میں اسطورہ ایک ایسی کہانی ہوتی ہے۔ جس میں دیوی دیوتاؤں یا ان کی نمائندہ یا قائم مقام شخصیات کے اوصاف وفضائل یا کارنامے بیان کیے گئے ہوں یا پھر مذہبی روایات سے متعلق ایسی کہانی جس میں کسی ماورائی یا مافوق الفطرت نوعیت یا مابعد الطبیعاتی تجربے کو بیان کیا گیا ہو۔"[۴]

حکایات کا تعلق چوں کہ ماضی بعید سے ہے اس لیے اساطیر میں اُن سوالات کا جواب بیان کیا جاتا جن کا تعلق عام افراد سے ہوتا تھا۔ سائنسی علوم نہ ہونے کی وجہ سے ان کہانیوں کے ذریعے عام فرد کے ذہن کو آسودہ اور مطمئن رکھنے کا سامان مہیا کیا جاتا تھا۔ مثلاً زمین کا بیل کے سینگ پر ہونے کی وجہ سے زلزلوں کا آنا قدیم اساطیر میں شامل ہے۔یونانی اور ہندی اساطیر میں دیوی دیوتاؤں کی کہانیاں وافر مقدار میں موجود ہیں۔اس قسم کی کہانیوں میں دور اور زمانے کا تذکرہ نہیں ہوتا۔

(۲)تمثیل(Fable):

تمثیل سے مراد وہ کہانیاں ہیں جن میں چرند پرند، حیوانات، نباتات یا جمادات کو انسانوں کی مانند گفتگو کرتے دکھایا جاتا ہے۔اس قسم کی کہانیوں میں ان کرداروں کو انسانوں کی طرح احساسات وجذبات سے بھی مرصع کیا جاتا ہے۔یہ کردار دراصل کسی انسان گروہ یا کسی جبلت کی علامت کے طور پر بطورِ مثل یا نظیر پیش کیے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی کہانیوں کو تمثیل کہا جاتا ہے۔ تمثیلی حکایات میں غیر مرئی چیزوں کو مرئی بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔اس قسم کی حکایات میں انسان کے بنیادی جذبات و احساسات انسان کے روپ میں قاری کے سامنے آتی ہے۔انسانی نظر، عقل، دل، عشق وغیرہ کو انسانی روپ میں پیش کیا جاتا ہے۔

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

اس قسم کی کہانیوں میں بھی اخلاقی و اصلاحی جذبہ کار فرما ہوتا ہے۔ "لالچ بری بلا ہے" نامی کہانی میں کتا جبکہ "انگور کھٹے ہیں" کہانی میں لومڑی دراصل انسانی جذبوں کا اظہار اور مذمت ہے۔ اس قسم کی کہانیوں کو نظیر کہانی بھی کہتے ہیں۔

(۳) دیومالائی کہانی(Legend):

ہر خطے اور ہر معاشرت میں کچھ کہانیاں اس قسم کی بھی شامل ہوتی ہیں جن میں کردار اور افراد تو حقیقی ہوتے ہیں اور اس کا دور یا زمانہ بھی معین ہوتا ہے۔ تاہم ان شخصیات کے ساتھ عجیب الخلقت واقعات کا تذکرہ بھی پیوست ہوتا ہے۔ تاریخ میں ان کرداروں کا کسی حد تک تذکرہ بھی ملتا ہے۔ تاہم ان وابستہ محیر العقول واقعات کا سراغ نہیں ملتا۔ تاہم یہ واقعات پشت در پشت اور سینہ در سینہ منتقل ہوتے ہوتے اتنے مشہور اور دلکش ہوتے ہیں کہ ان پر عام افراد پختہ یقین کر لیتے ہیں۔ مغربی ادبیات میں سکندر اعظم اور رابن ہڈ کے کرداروں کے ساتھ کئی دیومالائی قصے وابستہ ہیں۔ مشرقی ادبیات میں "لیلیٰ مجنون"، "رستم اور سہراب" اور "انار کلی" کے قصے کو اس ضمن میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ اس قسم کی کہانیوں میں مبالغہ آرائی سے وافر مقدار میں کام لیا جاتا ہے۔ کیوں کہ عام افراد اس قسم کی خوبیوں اور واقعات کو پسند کرتے ہیں۔ ان کہانیوں کا مذہب کے ساتھ اتنا گہرا تعلق نہیں ہوتا۔

ادب جس طرح کسی خاص موضوع تک محدود نہیں، حکایت میں بھی موضوعات کا تنوع موجود ہے۔ دنیا کے ہر موضوع اور ہر طبقے کو حکایات میں جگہ ملی ہے۔ تاہم ان میں زیادہ تر انسانی جبلتوں کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ یوں ہر طبقے اور ہر عمر کے لوگوں کے لئے اس صنف میں دلچسپی کا سامان پایا جاتا ہے۔ کیوں کہ انسان کے لیے کائنات میں دلچسپی کا ایک اہم محور انسان ہی ہے۔

اُردو زبان نے کئی حوالوں سے دیگر زبانوں سے اخذ و استفادے کا عمل جاری رکھتے ہوئے ارتقائی سفر طے کیا ہے۔ اصنافِ ادب کے حوالے سے بھی یہی تعمیری روش موجود ہے۔ دیگر درآمد شدہ اصناف میں سے ایک اہم صنف حکایات کا بھی ہے۔ حکایت کی صنف میں خصوصاً " حکایاتِ لقمان حکیم"، " حکایاتِ رومی"، " حکایاتِ سعدی"، "حکایاتِ عرب" اور ہندی حکایات کے زیر اثر ایک وقیع اثاثہ دامنِ اُردو کا حصہ بنا۔ تاہم اس صنف کا بنیادی اور ابتدائی مواد علاقے کے لوک ادب، داستان اور مثنوی کی صورت میں پہلے ہی سے موجود تھا۔ داستان میں موجود ضمنی قصوں، لوک کہانیوں میں موجود اخلاقی درس اور بعض مثنویوں میں موجود اختصار کو اس صنف کا نقطہ آغاز

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

قرار دیا جاسکتا ہے۔یوں بحیثیت صنف اس سرمائے میں دن بدن اضافہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ نثر کے ساتھ ساتھ منظوم حکایات کا بھی ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے جو اُردو ادب کی وسعت پر دال ہے۔

حکایت فکری طور پر اخلاقی اصلاحی اور حکمت سے معمور ہوتی ہیں جبکہ فنی اعتبار سے اس میں پلاٹ، مکالمہ نگاری، زبان و بیان کے وسائل کا استعمال، محدود کردار نگاری اور بعض اوقات منظر نگاری کا استعمال بھی کیا جاتا ہے۔ المختصر حکایات کا شمار مذکورہ بالا خواص کے تناظر میں افسانوی ادب میں ہونا چاہیے۔ لیکن بدقسمتی سے اس صنف کو تادم تحریر اس جائز مقام سے دوری کا سامنا ہے۔

برصغیر پاک وہند کی اجتماعی لاشعور پر "قصص الانبیاء"، "پرانوں" اور "جاتک کہانیوں" کا غلبہ ہونے کی وجہ سے حکایات کی طرف زیادہ رجوع کرنے کا رجحان ایک فطری امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خطے کی لوک کہانیوں میں بھی اخلاقیات کا درس موجود ہے۔یوں خطے کی لوک کہانیوں کو بھی حکایات کے زمرے میں شمار کیا جاسکتا ہے۔کیوں کہ ان میں خطے کی تہذیب و تمدن، اجتماعی رویوں، اعتقادات اور نفسیات کا وقیع حصہ پایا جاتا ہے۔اُردو ادب میں منظوم حکایات کی تاریخ بھی کافی پرانی ہے۔یہ حکایات ابتداء میں صنف مثنوی کی صورت میں ملبوس ہیں۔ اُردو کی اولین مثنوی "کدم راو پدم"[۵] میں مصنف نے اجنبی لوگوں پر جلد اعتبار کرنے کی وجہ سے ممکنہ نقصان کا درس قارئین کو دیا ہے۔دکن میں مختلف صوفیاء نے صنف مثنوی کے ذریعے کئی سبق آموز حکایات کو منظوم کرکے، عشق حقیقی کا پیغام دیا ہے۔ جن میں میراجی شمس العشاق اور سید شاہ اشرف بیابانی کے نام اہم ہیں۔

شمالی ہند میں افضل کی "بکٹ کہانی"[۶] سے لے کر الطاف حسین حالی کی مثنوی "برکھارت "(۷) تک مثنوی کی صنف کے ذریعے منظوم حکایات کا ایک طویل تخلیقی سفر جاری رہا۔ جن میں دنیا کی بے ثباتی، لالچ، حسد، خودغرضی، محبت، تصوف، الغرض ہر موضوع کے حوالے سے فن پارے موجود ہیں۔ جن میں قارئین کے لیے غور و فکر کا پیغام بھی ہے اور حب الٰہی کا درس بھی موجود ہے۔

میر حسن دہلوی کی ایک حکایت "حکایات عابد" تصوف اور توکلت علی اللہ کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔

کوہ پر تھا ایک عابد کا مقام	غیر ذکرِ حق نہ تھا اس کا کلام
خیر پر اس کی نظر دن رات تھی	اور توکل پر سدا اوقات تھی[۸]

عابد کو بہت بھوک لگی تھی۔ ان کو تندور سے چند روٹیاں ملتی ہیں۔روٹیاں لے کر جب وہ تندور سے روانہ ہوتا ہے تو کتا ان کے پیچھے لگ جاتا ہے۔عابد ایک ایک کرکے ساری روٹیاں ان کے آگے ڈال دیتا ہے۔عابد کتے کو برا

بھلا کہتے ہوئے کہتا ہے کہ تم بڑے بے صبر ہو۔ تم نے مجھے بھوکا رکھا۔ ساری روٹیاں تم نے کھا لیے۔ اس پر کتا کہتا ہے کہ تم عابد ہو لیکن اللہ تعالیٰ پر آپ کو کامل ایمان نصیب نہیں ہوا۔ تم نے اللہ تعالیٰ کی بجائے دنیاوی اسباب پر بھروسا کیا اور معمولی بھوک تم سے برداشت نہیں ہوئی۔

اب بتا تو اے عابد بے آبرو　　　میں پڑا بے صبر اے عابد؛ کہ تو؟
سن کے عابد کو ہوئی عبرت کمال　　　ہو گیا وہ غرقِ بحر انفعال (9)

مغربی ہند میں کلکتہ کے مقام پر "فورٹ ولیم کالج" کی خدمات اگرچہ نثر کے حوالے سے اظہر من الشمس ہے تاہم منظوم حکایات کے حوالے سے دو اہم کتابیں یہاں تخلیق ہوئیں۔ ان میں ایک کتاب مرزا جان تپشؔ کی "بہار دانش"(۹) ہے جبکہ دوسری کتاب میر شیر علی افسوسؔ کی "باغ اُردو"(۱۰) ہے۔ مرزا جان تپشؔ کی کتاب میں جزوی طور پر ۲۲ حکایات موجود ہیں جبکہ میر شیر علی کی کتاب "گلستان سعدی" کا منظوم و منثور ترجمہ ہے۔ یوں یہ تخلیق ۱۳۴ حکایات پر محیط ہے۔ "باغِ اُردو" سے ایک منظوم حکایت ملاحظہ ہو:

ممکن نہیں جو ہو وے دو عاقلوں میں جگڑا　بے وقر سے لڑے ہے کب با وقار دانا

بیگانگی سے ناداں کتنا ہی سخت بولے　　　نرمی و دل دہی سے دانا نہ لب اپنے کھولے
اِک بال کو مقرر دو اہلِ دل بچالیں　　　مغرور و صلح جُو بھی اک بل نہ اس میں ڈالیں
کیا چیز بال ہے گا گر ہو ویں دونوں جاہل　　　زنجیر توڑ ڈالیں جس وقت ہوں مقابل
ایک آدمی کو گالی دی ایک پوچ گو نے　　　اُس نے بصد تحمل اس سے کہا" یہ سن لے

جو کچھ کہا ہے تو نے بدتر میں اس سے ہو گا　　مانند میرے کب تو جانے ہے عیب میرا"(۱۱)

ان حکایات میں پند و نصائح اور حکمت کی باتیں بکثرت موجود ہیں۔ جن میں انسانی نفسیات، خواہشات، اور رویوں کی عکاسی سے قارئین بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ اُردو ادب کے مایہ ناز شاعر مرزا اسد اللہ خان غالبؔ نے بھی مختلف اشعار میں حکایات کے ذریعے اظہار خیال کیا ہے۔ بطور نمونہ چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا　　　کاغذی ہے پیراہن ہر پیکرِ تصویر کا (۱۲)
تیشے بغیر مر نہ سکا کوہکن اسدؔ!　　　سر گشتہ خمارِ رسوم و قیود تھا (۱۳)
کیا کیا خضر نے سکندر سے　　　اب کسے رہنما کرے کوئی (۱۴)

مرزا غالب نے اپنے اشعار میں نہ صرف ان حکایات کے ذریعہ تاثیر پیدا کی ہے بلکہ انہوں نے جدتِ طبع کے ذریعے ان حکایات کو بالکل نئے زاویے سے دکھا کر قارئین کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔

علامہ محمد اقبال نے بھی اپنی تخلیقات میں حکایات کا بر محل استعمال کیا ہے۔ اس کے اعتبار سے ان کی ہمسری کا دعوی کوئی اور شاعر نہیں کر سکتا۔ انہوں نے اپنی اُردو شاعری میں لگ بھگ ۷۰ حکایات کا استعمال کیا ہے جن کی تفصیل "حکایاتِ اقبال"(۱۵) میں محمد یونس حسرت نے بیان کی ہے۔ اقبالؔ نے نہ صرف مشرقی اور اسلامی سرمایۂ حکایات سے استفادہ کیا ہے بلکہ انہوں نے مغربی ادب سے بھی حکایات کے حوالے سے بنیادی خیال اخذ کیے ہیں۔ ان کی ایک مشہور نظم ہمدردی بلبل اور جگنو کے بارے میں ہے۔ جب بلبل اپنے گھونسلے جانے میں دیر کر دیتی ہے۔ اندھیرے سے خوف زدہ بلبل کے جگنو مسیحا بن کر آتا ہے۔ جگنو کے جسم سے نکلتی ہوئی شعائیں بلبل کو راستہ دکھانے میں مدد کرتی ہے، اس طرح بلبل صحیح سلامت اپنے گھونسلے پہنچ جاتی ہے۔ اس نظم کا بنیادی خیال انہوں نے ولیم کوپر سے اخذ کیا ہے۔ نظم کا آخری شعر بہت پر مغز ہے۔

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے　　　　آتے ہیں جو کام دوسروں کے (۱۶)

علامہ اقبال کے ہاں نظم "مکڑا اور مکھی"، "پہاڑ اور گلہری"، "ایک گائے اور بکری"، "پرندے کی فریاد" اور "ابلیس کی مجلس شوریٰ" میں حکایات کا بر محل استعمال ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اشعار میں تلمیحات کی صورت میں حکایات کا بکثرت استعمال ان کا منفرد خاصہ ہے۔

اسماعیل میرٹھی نے بھی اپنی تخلیقات میں حکایات کے ذریعے فکری تنوع پیدا کیا ہے۔ نظم "بارش کا پہلا قطرہ"، "ہوا اور سورج کا مقابلہ"، "کچھوا اور خرگوش" اور "ایک لڑکا اور بیر" میں حکایات کا استعمال موجود ہے۔ موصوف کا ایک دلچسپ فن پارہ
"ایک گدھا" کا آخری شعر ملاحظہ کیجئے۔

جو بات تھی صلاح کی وہ ہم نے دی بتا　　　　آئندہ اپنے فعل کا ہے تم کو اختیار (۱۷)

مجید امجد نے نظم "پنواڑی"، "ہڑپے کا ایک کتبہ" اور "آٹو گراف" میں جب کہ ن۔م۔راشد نے "وزیر چنیں"، "ابولہب کی شادی"، "اندھا کباڑی" اور "حسن کوزہ گر" نامی نظموں میں حکایات کے ذریعے معاشرتی حقائق کا احاطہ کیا ہے۔ جناب وزارت پنہ اب فراست میں، دانش میں اور کاروبار وزارت میں پہلے سے بھی چاق و چوبند تر ہو گئے ہیں (۱۸)

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ن۔م۔راشد نے نظم "وزیر چنیں" کے ذریعے نااہل وزراء کی نالائقی سے پردہ اٹھایا ہے۔یوں کہا جاسکتا ہے کہ قدیم وجدید شعراء نے حکایات کا سہارا لیا ہے۔

مثنوی معنوی از مولانا روم کا منظوم ترجمہ عاشق حسین سیماب اکبر آبادی اور مولوی فیروز الدین نے "الہام منظوم" کے نام سے کیا ہے۔جس میں بکثرت حکایات بھی موجود ہیں (۱۹)۔"مہابھارت"، "رامائن"، "جاتک کہانیاں"، "منظوم فسانہ عجائب"، "شکنتلا" جیسی کلاسیک منظوم ترجمے کی صورت میں اُردو ادب کا گراں قدر اثاثہ بن چکا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اُردو منظوم حکایات کو نصاب میں مناسب جگہ دی جائے۔اس کے علاوہ افسانوی ادب میں شامل تمام عناصر کی حکایات میں موجودگی کی وجہ سے، ان حکایات کو افسانوی ادب کا حصہ قرار دیا جائے۔ اس عمل سے نہ صرف اب تک موجود منظوم حکایات کے حوالے سے تخلیقی کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ممکن ہو سکے گی بلکہ حال اور مستقبل میں نئے تخلیق کار بھی اس تعمیری سرگرمی میں اپنا حصہ ڈالیں گے۔یوں اس صنف میں نئے امکانات کے وسیع مواقع میسر آسکتے ہیں اور اُردو ادب کو اس صنف کے باعث مزید زرخیزی سے ہمکنار کیا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات

(۱)سید احمد دہلوی، مولوی، "فرہنگ آصفیہ"، اُردو سائنس بورڈ، لاہور، طبع سوم، ۱۹۹۵ء، ص ۱۶۶
(۲)وارث سرہندی، "علمی اُردو لغت"، علمی کتاب خانہ، کبیر سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۶۵۳
(۳) قاضی عابد، ڈاکٹر، "اساطیر، کتھا، کہانی اور مابعد جدید تناظر"، بیکن ہاؤس، اُردو بازار، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۳۳
(۴)ایضاً
(۵)نظامی، فخر دین، "کدم راؤ پدم راؤ"، انجمن ترقی اُردو پاکستان، بابائے اُردو روڈ، کراچی، ۱۹۷۹ء
(۶)افضلؔ، محمد افضل، "بکٹ کہانی"، ادارۂ فروغِ اُردو، لکھنؤ، انڈیا، ۱۹۷۰ء
(۷)حالیؔ، الطاف حسین، مولانا، "مجموعہ نظم حالیؔ"، حالیؔ پریس، پانی پت، انڈیا، ۱۳۴۲ھ
(۸)دہلوی، میر حسن "مثنویاتِ حسن" (جلد اول) مجلس ترقی ادب، لاہور، دسمبر ۱۹۶۶ء ص ۱۴۲،۱۴۱
(۹)ایضاً، ص ۱۴۲،۱۴۱
(۱۰)مرزا جان تپشؔ، "بہارِ دانش"، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۳ء
(۱۱)میر شیر علی افسوسؔ، "باغ اُردو (گلستانِ سعدی کا ترجمہ)، مجلس ترقی ادب، لاہور، دسمبر ۱۹۶۳ء

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

(۱۲)ایضاً، ص ۵۸-۵۷

(۱۳)غالبؔ، اسد اللہ خان، مرزا، "دیوانِ غالبؔ"، علم و عرفان پبلیشرز، اُردو بازار، لاہور، س-ن، ص ۲۳

(۱۴)ایضاً، ص ۲۵

(۱۵)ایضاً، ص ۲۷

(۱۶)محمد یونس حسرتؔ، "حکایاتِ اقبال" اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۰۶ء

(۱۷)علامہ محمد اقبالؔ، "کلیاتِ اقبال"، مکتبہ جمال، اُردو بازار، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۵۰-۵۱

(۱۸)حکیم نعیم الدین زبیری (مرتبہ) "بچوں کے اسماعیل میرٹھی" مکتبہ جامعہ نئی دہلی، انڈیا، ۲۰۱۳ء، صفحہ ۱۶۰.

(۱۹)ن۔م۔راشد "کلیات راشد" کتابی دنیا دہلی، انڈیا ۲۰۱۱، ص ۲۳۹

(۲۰)جلال الدین رومیؔ، "مثنوی معنوی" (منظوم ترجمہ: سیماب اکبر آبادی، مولوی فیروزالدین)، فیروز سنز، لاہور، ۱۹۶۷ء